ایک تنقیدی جائزہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب۔ احیاء العلوم۔ ماموں کانجن ضلع لائل پور
رکن اعزازی الحق

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کا

ماڈرن اسلام

قسط ۳

ایک نظر میں

۳۶۔ اکثر وبیشتر کا گورکھ دھندا | ہم نے یہاں لفظ "بیشتر" اور پہلے "اکثر وبیشتر" استعمال کیا، ہم نے تمام احادیث پر شک نہیں کیا، بیشتر اور تمام کا یہ فرق اہم ہے، لیکن صرف نظریاتی حیثیت سے، فی الحال ہمارے پاس اس فرق کی تعیین کے وسائل نہیں (لہٰذا تمام احادیث کو مشکوک فرض کرتے ہوئے) ہمیں اب ہر حدیث کو (خواہ وہ متواتر ہو یا مستفیض، صحیحین کی ہو یا ان کے علاوہ کی، اسکی صحت پر امت کا اتفاق ہو یا نہ ہو) فرداً جانچنا ہوگا اور تاریخی لحاظ سے اسکی صحت کو پرکھنا ہوگا۔۔۔۔"

(فکر ونظر جلد ا ش، ص ۱۰)

۳۷۔ صحت اسناد حجت نہیں بلکہ کانخانی اور شناخت کی بحثیں اس کا فیصلہ کریں گی کہ وہ حجت ہے یا نہیں | "علم الرجال مسلمانوں کے عظیم کارنامہ کی حیثیت سے مسلّم، محدثین کا اسنادی صحت اور صحیح اور غیر صحیح کے چھاننے انتھک محنت کرنا ہم پر بہت بڑے احسان کی حیثیت سے بسروچشم، الغرض اسناد کی منفی حیثیت کو مسلّم، لیکن اسے مثبت قطعی حجت قرار نہیں دیا جاسکتا، ملاً کہ زید۔ مثلاً امام شافعی، ایک ثقہ راوی ہے۔ اور بکر مثلاً امام مالک بھی، اور یہ بھی تسلیم کہ زید کی بکر سے ملاقات ہوئی تھی، لیکن یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ زید نے بکر سے فلاں حدیث ضروری ہی روایت کی تھی۔"؟ (سبحان اللہ کیاشانِ تحقیق ہے، اگر زید نے بلاتحقیق بکر سے روایت کرڈالی تو وہ ثقہ کیسے رہا۔)

"اسناد کے مثبت قطعی حجت ہونے کے خلاف سب سے قوی اور قاطع دلیل" یہ ہے کہ خود اسناد کا استعمال پہلی صدی ہجری کے اختتام سے شروع ہوا۔" (اس قوی اور قاطع دلیل کی سند۔؟)

"نتیجہ یہ کہ مثال کے طور پر بخاری اور مسلم میں پیشین گوئی والی حدیثوں کے اسناد خواہ کیسے ہی قوی

کیوں نہ ہوں ہم ان کی صحت کو قبول نہیں کر سکتے "۔ (ورنہ "فتنہ مغلق اسلام" کی جڑ کٹ جاتی ہے) کیونکہ ان کی داخلی شہادتیں اس کے خلاف ہیں (ان داخلی شہادتوں کا خلاصہ یہی تو ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عقلِ الٰہی ان پیشگوئیوں کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس لئے فرض کرنا چاہیئے۔ کہ یہ احادیث زمانۂ مابعد کی پیداوار ہیں۔ جن کے ذریعہ سے معاصرانہ واقعات کا رخ یوں ہی تاریخ ساز محدثین نے ماضی کی طرف موڑ دیا۔ معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی جان سکتا ہے۔ کہ یہ شہادتیں اپنے اندر کتنا وزن رکھتی ہیں، جن بناپر تمام احادیث متواترہ، مشہورہ اور صحیحہ کو رد کیا جاتا ہے، اور اکابر ائمہ کو "تاریخ ساز" کا مقدس لقب دیا جاتا ہے۔)

نوٹ :- "اسناد پر ہ دو ناموِر مستشرقین کا شاتی اور شاخت کی بحثیں قابلِ توجہ ہیں" (جی ہاں دینِ اسلام کی صحیح بصیرت "ناموِر مستشرقین" کی بحثوں کو قابلِ توجہ قرار دئے بغیر حاصل ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ اسلام کی تعریف سے لیکر اس کے تمام اصول و فروع کے لئے ان ہی "ناموِر مستشرقین" کی زلہ ربائی فرض ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم)۔ (فکر و نظر جلد ۱ ش، ص ۱۰)

۳۸۔ **اساطیر الاولین** "درحقیقت بیشتر (بلکہ گذشتہ تحقیق کے پیشِ نظر تمام) احادیث مجموعہ ہیں ان کہاوتوں جیسے مقولوں کا جن کی تراش خراش خود قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پائی مگر انہیں رسالتمآب کی طرف منسوب کر دیا گیا" (قال الذین کفروا ان ہذا الا اساطیر الاولین)

۳۹۔ **اجتماعِ نقیضین** "یہ نسبت سراسر بے بنیاد نہ تھی، اگرچہ ان مقولوں میں کہاوتوں کا اسلوب پایا جانا خود اس بات کی شہادت ہے کہ یہ نسبت تاریخی صحت سے محروم ہے" (گویا یہ نسبت صحیح بھی ہے اور صحت سے محروم بھی)

"الغرض یہ احادیث ایک وسیع الذیل اور عظیم المرتبت شرح ہیں سنتِ نبوی کی جس کے شارح قرونِ اولیٰ کے مسلمان ہیں" (لیکن یہ شرح اپنی وسعت اور عظمت کے باوجود صحت سے محروم، اور شارحین کرام غیر صحیح روایات ذاتِ نبوی پر تھوپنے والے۔)

چنانچہ سنتِ نبوی پر مبنی ہونے کے ساتھ ہی ساتھ یہ سلف صالحین کے بصائر و حکم مجموعہ بھی ہیں۔ (لیکن اس مجموعہ بصائر و حکم میں جگہ جگہ کیڑے بھی موجود ہیں، جن کو صاف کرنے میں ادارۂ تحقیقات کے علمبردار خود اسلام ہی کا صفایا کر رہے ہیں۔) (فکر و نظر جلد ۱ ش، ص ۱۱)

۴۰۔ **مرا نہیں اکڑتا ہے** "اگرچہ ہم مجموعی طور پر احادیث کی تاریخی صحت کو مشکوک جانتے ہیں، لیکن ہم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ یہ جھوٹی یا جعلی ہیں" (گویا مرا نہیں اکڑتا ہے۔ لیکن ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ

کے "فتنہ عشق اسلام" کی دعا سے یہ قرض بھی ادا ہو جائے گا۔)

۴۱۔ تاریخ کی جنتری | حدیث عائشہؓ "تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست" الحدیث
یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور دوسری تمام کتب حدیث میں (مختلف
اسانید کیساتھ) مروی ہے۔ لیکن چونکہ تاریخی جنتری اسکی تائید نہیں کرتی اس لئے یہ روایت کسی طرح
قابل قبول نہیں ٹھہرتی۔" (فکر و نظر جلد ۱ ش ۹ ص ۳۳ وما بعد)

۴۲۔ ایمان سے محرومی | "ابن ماجہ کی حدیث عمرؓ "ان آخر ما نزلت آیۃ الربا" الحدیث۔ اس حدیث
کو حدیث صحیح سمجھنے والا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان صحیح رکھتا ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، نہ آپ
کی رسالت پر، روایت پرستی نے اسکی بصارت و بصیرت کی آنکھوں پر "رواۃ پرستی" کی پٹی باندھ
دی ہے کہ ان کو اس "افترائی حدیث" کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔" (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۲ ص ۶۶)

۴۳۔ کوفے کی ٹکسال | "بخاری شریف کی حدیث ابن عباس آخر آیۃ نزلت علی صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ الربوٰا۔
یہ حدیث کوفے کی ٹکسال میں گھڑی گئی۔" (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۲ ص ۷۱)

۴۴۔ بصرہ کی ٹکسال | "غرض ربوا کے متعلق حدیثوں میں جو اختلاف و اضطراب ہے، اس پر اگر کوئی
معترض ہو تو اسکی زبان بندی کے لئے بطور عذر لنگ کے یہ بہتان عظیم حضرت عمر فاروق اعظم پر باندھا
گیا۔ (استغفر اللہ) یہ بہتان بصرے کی ٹکسال میں گھڑا گیا۔" (حوالہ بالا)

۴۵۔ رواۃ پرستی اور بخاری شریف میں کذب صریح | "یہ سمجھنا کہ صحیح بخاری (؟) کی ہر حدیث صحیح ہے۔
غایت رواۃ پرستی ہے، صحیح بخاری میں تو "کذب صریح" تک موجود ہے۔ جس سے ہر قاری بخاری
واقف ہے۔ اقرار کرے یا نہ کرے۔" (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۲ ص ۷۵)

۴۶۔ کتب صحاح چولہے میں | "صحاح ستہ کی ہر کتاب میں قرآن مجید کی محفوظیت و لاریبیت، اور
خلق عظیم نبوی پر حرف لانے والی احادیث پاکر ان کتابوں کو پھاڑ ڈالنے اور چولہے میں جھونکنے کو
جی چاہتا ہے۔" (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون) فکر و نظر جلد ۲ ش ۲ ص ۲۶

۴۷۔ بخاری، نسائی، ترمذی | "ایسی گمراہ کن حدیثیں منافقین نے ان کتابوں میں داخل کر دیں، جس طرح
بخاری میں جمع قرآن کا پورا باب بنا کر داخل کر دیا، اور مختلف مقامات پر اسکی حدیثیں ٹھونس دیں،
یہی حال ترمذی، نسائی کا بھی کیا۔" (یہ توجیہ بھی ممکن ہے کہ کتابیں اپنی اصل حالت پر ہوں جیسا کہ ان کا
تواتر خود اس کا شاہد ہے۔ مگر ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے "خالقین اسلام" پر الحادی صفراء کا چونکہ
غلبہ ہے اس لئے انہیں قند زہر ہلاہل نظر آتا ہے۔) حوالہ بالا ص ۳، ۴

یہ ہے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے ڈاکٹروں، پروفیسروں اور ارباب فکر و نظر کے الحادی نظریات کا

...جس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث بالکلیہ مشکوک، ناقابلِ اعتماد، جعلی اور زمانۂ مابعد کی پیداوار، اور اسلام قرونِ وسطیٰ کی مخلوق ــــــ

٦۔ امتِ مسلمہ اور اجماعِ امت

دینِ اسلام کی تیسری بنیاد "اجماعِ امت" ہے، اجماعِ امت کی دینِ اسلام میں کیا اہمیت ہے۔؟ اس پر غور کرنے کیلئے ہمیں یہ حقیقت پیشِ نظر رکھنی ہوگی۔ کہ دینِ اسلام خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے، اور قیامت تک کے لئے یہ تمام انسانیت پر حجت قائم ہے۔ اس لئے حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے، کہ یہ قیامت تک کے لئے صحیح حالت پر محفوظ رہے، اور جن واسطوں سے یہ نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا یا قیامت تک پہنچے گا، ان تمام درمیانی کڑیوں کو اسکی فہم اور حفاظت میں منزہ عن الخطار تسلیم کئے بغیر نہ اسکی حفاظت کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے، نہ اسے قیامت تک کیلئے حجت قائم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ امتِ مسلمہ کے کسی دور نے اسلام کو صحیح نہیں سمجھا۔ یا یہ کہ اسکی حفاظت کا حق ادا نہیں کیا، یا کسی غیر اسلامی نظریہ کو اسلام بنا ڈالا، تو اس مفروضہ کا صاف مطلب ہوگا کہ دینِ اسلام کے تسلسل کا رشتہ ٹوٹ گیا، اور یہ بعد والوں کے لئے اللہ کی حجت نہ رہا، یہ نکتہ اگرچہ واضح ہے۔ تاہم اسکی تائید کے لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی شہادت پیش کی جاتی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ آیت "ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایں آیت حکم است درمیان اہلِ سنت و اہلِ بدعت، خدائے تعالیٰ ہدی و دینِ حق را بر آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نازل فرمود، و وے صلی اللہ علیہ وسلم آں را بصحابہ تبلیغ نمود و صحابہ آں معنی کہ مرادِ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود فہمیدند و بقرن تابعین رسانیدند ثم و ثم۔	یہ آیت اہلِ سنت اور اہلِ بدعت کے درمیان "فیصلہ کن" ہے، خدا تعالیٰ نے ہدایت اور دینِ حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صحابہ کرام تک پہنچایا۔ اور یہ امانت تابعین تک پہنچائی، اور تابعین نے تبع تابعین تک اور تبلیغ اور فہم کا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ (اور بغیر کسی انقطاع کے قیامت تک چلتا رہے گا۔)
زیرا کہ ارادۂ الٰہی نہ محض تعلیم آنحضرت بود	اس لئے کہ ارادۂ الٰہیہ نہ تو محض آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم، ونہ خروج آنجناب از عہدۂ تبلیغ، اگرچہ سامعاں نہ فہمند، بلکہ مراد ظہور دین حق است قرناً بعد قرنٍ،

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی، نہ یہ کہ آپ فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش ہو جائیں، خواہ سننے والے سمجھیں یا نہ سمجھیں بلکہ مراد الٰہی یہ تھی کہ ہر قرن میں دین حق کے ظہور اور غلبہ کا سلسلہ جاری رہے۔

پس کسیکہ گوید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین حق را بصحابہ رسانیدند، لیکن ایشاں معنیٰ کہ مراد بود نہ فہمیدند، یا فہمیدند اما غرض نفسانی حامل شد ایشاں را بر کتمان آں، وے مبتدع است۔

(ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۷۵)

لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق صحابہؓ کو پہنچا دیا تھا، لیکن صحابہؓ نے اسے نہیں سمجھا، یا انہوں نے سمجھ لیا تھا، لیکن غرض نفسانی کی وجہ سے اسے چھپا لیا۔ (یا اسلامی تاریخ کے کسی دور کے متعلق کوئی شخص دین کو نہ سمجھنے یا ظاہر نہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔) وہ بدعتی ہے۔ (اور اہل ایمان کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔)

اس سے واضح ہوگیا ہوگا کہ امت مسلمہ کی معصومیت اور اعتماد کا مسئلہ معصومیت اسلام کی فرع ہے، اسی کو "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" میں بیان فرمایا گیا ہے۔ (یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) گویا جسطرح حرکت اصالۃً کشتی کی صفت ہے۔ لیکن تبعاً "کشتی نشین" بھی اس سے موصوف ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح خطاء سے محفوظ ہونا اصالۃً اسلام کی صفت ہے، اور تبعاً اس صفت سے امت مسلمہ مشرف ہے، پس اسلام اور امت مسلمہ کے درمیان رشتۂ ملازمت ہے۔

یہاں ایک باریک نکتہ اور بھی قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ بعض دفعہ ایک ہی چیز ایک اعتبار سے مقدم ہوتی ہے، اور دوسرے اعتبار سے مؤخر ہوتی ہے۔ مثلاً سلسلۂ انسانیت میں حضرت آدم علیہ السلام مبدأ اوّل ہیں، لیکن اگر سلسلۂ نسب کو بیان کیا جائے تو آدم علیہ اسلام کا نام سب سے آخر میں آئے گا۔ (مثلاً زید بن بکر بن عمرو بن محمود الی آخر السلسلۃ) یا مثلاً مسئلہ توحید اور مسئلہ رسالت میں سے اوّل الذکر اپنی ذات کے اعتبار سے مقدم ہے، اور تصدیق کے اعتبار سے مؤخر ہے، جب تک نبی کی تصدیق نہ کی جائے اور اسکی رسالت پر ایمان نہ لائے توحید کی تصدیق ممکن نہیں، اسی طرح جب تک ہم تبع تابعین پر اعتماد نہ کریں گے تابعین پر اعتماد بے معنیٰ ہوگا، اور جب تک تابعین پر اعتماد نہ کیا جائے، صحابہؓ پر اعتماد کی کوئی صورت نہیں، اور صحابہؓ پر اعتماد کئے بغیر ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

ممکن نہیں، اور آپ پر اعتماد کئے بغیر وحی اور فرشتۂ وحی پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور وحی پر اعتماد کئے بغیر خدا تعالیٰ کی ذات برکات پر اعتماد نہ ہوا، الغرض جس طرح باپ کے واسطہ کے بغیر دادا کی طرف اور دادا کے بغیر پردادا کی طرف سلسلۂ نسب میں انتساب غیر معقول ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔ اسی طرح ہر پچھلی صدی پر اعتماد کئے بغیر پہلی صدی کی طرف زقند لگانے کی حماقت بھی غیر معقول ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات میں سلف پر اعتماد نہ کرنا، ان کی اغلاط کو اجاگر کرنا اور فرضی تاریخ کی ان پر سنگ باری کرنا الحاد کا اصل سرچشمہ ہے۔

اب تک کی چودہ صدیوں کا باہمی تعلق سلسلۂ عدد کا سا سمجھو، سلسلۂ اعداد کی ایک کڑی کو غائب کر دیا جائے تو سلسلہ کا آگے جاری رکھنا ناممکن ہے، ۲ اور ۴ میں سے ۳ کا عدد گم کر دینے کے بعد نہ ۲ سے ۴ تک پہنچا جا سکتا ہے نہ ۴ سے ۲ تک لوٹا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی چودہ صدیوں میں ایک لمحہ بھی اگر ایسا فرض کر لیا جائے جس میں اسلام کو نہیں سمجھا گیا، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اسلامی تاریخ کے اوّل حصہ و آخر حصہ میں ایسی وسیع خلیج واقع ہوگئی جسے پاٹنا ناممکن ہے، اب فرض کرنا ہوگا کہ نہ اسلام اس وسیع خلیج کو عبور کر کے آگے بڑھ سکا، نہ بعد کی امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ قائم رکھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اتباع سبیل المؤمنین پر زور دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ "خرقِ اجماع" (اجماعِ امت کے توڑنے) کو امتِ مسلمہ کے ہر دور میں فطرتِ اسلامیہ کے خلاف قرار دیکر حجیتِ اجماع کو ضروریاتِ دین میں شمار کیا گیا ہے، "اجماعِ امت" کے بارے میں موجودہ دور کے ملاحدہ نے جو مشاغبات اور "ہزلیات" کا طوفان کھڑا کیا ہے، یہ براہ راست ختم نبوت اور اسلامی تاریخ کے خلاف ایک سازش ہے۔

نام نہاد ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ کے "فتنۂ خلقِ اسلام" کی تمام تر بنیاد امتِ مسلمہ کو جھٹلانے پر رکھی گئی ہے۔ اس فتنہ کا اصل منبع یہی ہے کہ امتِ مسلمہ کی ایک دو صدیاں نہیں بلکہ اس کی پوری تاریخ ہی اسلام کی صحیح فہم و بصیرت سے محروم رہی، اور چاہا جاتا ہے کہ تمام ضروریاتِ دین اور مسلّماتِ دینیہ کو روند کر فرضی تاریخ کی سیڑھی سے تمام مسائلِ اسلام کا فرضی "شانِ نزول" مرتب کیا جائے، پھر اس خود ساختہ شانِ نزول کو سامنے رکھ کر اسلام کے نئے کل پرزے تیار کئے جائیں۔ اب اجماعِ امت، امتِ مسلمہ، عقایدِ اسلامیہ اور اجماعی مسائل کے بارے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ کے ملاحدہ کے تصورات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے:

اجماعِ امت | ا۔ ہم یہ واضح کر چکے ہیں، کہ اجماع کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں ان کی تاریخی صحت

ناقابلِ یقین ہے۔" (فکر و نظر جلد ا ش ، ص ۱۷)

۲۔ "اگر اس آیت سے (یا قرآن کی کسی دوسری آیت سے) اجماع کا اصول مستنبط ہو سکتا تو امام شافعیؒ وغیرہ اسے اجماع کی دلیل کے طور پر ضرور پیش کر چکے ہوتے۔" (فکر و نظر جلد ا ش ، ص ۱۸)

۳۔ "ایک اجماع کو بعد کا اجماع بدل سکتا ہے۔" (حوالہ بالا)

۴۔ اجماع ایک رواجی امر ہے، نہ کہ نظریاتی شئے، جس میں حق و باطل کی بحث ہو سکے، اجماع درست یا نادرست، یا قدرے درست اور قدرے نادرست ہو سکتا ہے۔ اس کے حق یا ناحق ہونے کی بحث عبث ہے۔ (حوالہ بالا)

۵۔ "اجماعِ امت جو مروجہ عقاید کے حامیوں کے یہاں "فقہی اصل الاصول" ہے، کا تجزیہ کر کے معلوم کیا جائے کہ آیا اپنی موجودہ شکل میں یہ اصل الاصول شرک کے خطرہ سے کافی طور پر محفوظ ہے یا نہیں اگر محفوظ نہیں تو امت کے بدعی عن الخطار ہونے کے عقیدہ پر مزید کون سی تحدید عائد کی جائے" ملخصاً (فکر و نظر جلد ا ش ۹ ص ۲۶)

۶۔ "اسلامی قانون اور فقہ کی تعبیر و ترجمانی کے کام میں امت کی کلیت کو بحیثیت مجموعی اس کے کسی دوسرے گروہ یا طبقہ پر جس میں ماہرینِ فن بھی شامل ہیں، تفوق اور برتری حاصل ہے ـــــــ" (فکر و نظر جلد ا ش ۹ ص ۲۷)

۷۔ "تلخ تجربات کی بنا پر یہی معلوم ہے علم اور راست کرداری ہمیشہ ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں، نہ ان میں سے کوئی صفت دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔" (لہذا فرض کرنا چاہیے کہ اہل علم چونکہ راست کرداری سے خالی ہوتے ہیں، اس لئے ملاحدہ مغرب کے شاگردانِ عزیز کو قانونِ فقہ کی تعبیر و ترجمانی کا حق ملنا چاہیے۔) (فکر و نظر جلد ا ش ۹ ص ۲۸)

۸۔ "قرآن و سنت کے احکام کے فہم کی صلاحیت کا معیار کیا ہے۔؟ اسے متعین کرنے کیلئے محض بعض مدرسوں کی سندوں کو معیار قرار دینے پر مسلمان نہ اب تک متفق ہوئے ہیں نہ آئندہ ہوں گے۔" (لیکن ادارۂ تحقیقات کے ڈاکٹروں اور مفکروں کی بھیڑ جو بالواسطہ یا واسطہ مغرب کے کاسہ لیس ہیں، ان پر تمام مسلمان شاید متفق ہو چکے ہیں اسی لئے" قانون کی جامع کتاب" مرتب کی جا رہی ہے۔) (حوالہ بالا)

۹۔ قرآن کی وہ آیت اور حدیث جس پر اجماع کا عقیدہ مبنی ہے۔ دونوں کا تعلق تمام امت مسلمہ سے من حیث الکل ہے۔ کسی خاص گروہ یا طبقہ سے ہرگز نہیں اور ان کی رو سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کے

احکام کے فہم کی سند اور اس کا اختیار امت مسلمہ کو من حیث الکل مل جاتا ہے، بلکہ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن وسنت کی تعبیر و تاویل کا اہل کون ہے۔ اور کون نہیں۔ اس کا فیصلہ کرنے کیلئے ایک انتخابی بنیاد مستنبط کی جائے۔ امت مسلمہ خود اس امر کا انتخاب کے ذریعہ فیصلہ کرے کہ اس فقہی تعبیر کے اہل کون ہیں۔ تبھی اہل رائے کے اجماع کے عامۃ المسلمین کے ساتھ ارتباط کا کوئی ٹھوس اور قابل عمل حل نکل سکے گا۔" (فکر و نظر جلد ۱ ش ۹ ص ۳۹)

۱۰۔ اسلامی طریق انتخاب کی بنیاد مسجد پر ہے جو مسلمانوں کا ابتدائی اور اعلیٰ ترین انتخابی حلقہ ہے، جس میں اشخاص کی سیرت و کردار کی جانچ پڑتال ہوتی ہے، اور اسلامی علم پر زور دیا جاتا ہے۔" (حوالہ بالا)

۷۔ اہل حق سلف صالحین

۱۔ شدید تفکر و تعمق "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دار فانی سے تشریف لے جانے کے تقریباً ایک سو سال بعد" اس اخلاقی عملی رجحان کی جگہ شدید تفکر و تعمق نے لے لی۔ یہ کوئی عجیب بات نہ تھی کیونکہ ہر مذہب پر ایسا دور آتا ہے، جب کہ اس کا عالمی نظریہ اس کے ماننے والوں کے صرف اعمال میں منحصر نہیں رہتا بلکہ ان کی بنیاد پر عقائد کی تشکیل بھی ہوتی ہے۔" (گویا جو کچھ ہر مذہب پر گذری وہی کچھ اسلام پر بھی گذری۔) (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۰ ص ۸)

۲۔ غلو اور تشدد "لیکن افسوسناک بات یہ ہوئی کہ دوسری اور تیسری صدی کے دوران اسلام کے فکری ارتقاء میں ایک مقام ایسا آگیا جہاں معتزلہ اور ان کے مخالفین (اہل سنت) دونوں نے اخلاقی تجاذب اور تناؤ کے ایک ہی سرے پر سارا زور صرف کیا۔۔۔۔۔۔ لیکن ان مخالفین معتزلہ نے بھی صرف ایک ہی سرے سارا زور صرف کیا اور وہ تھا مشیت و قدرت الٰہی کا سرا۔ انہوں نے اس معاملے میں اس قدر غلو اور تشدد سے کام لیا کہ یہ بھی اپنے عقائد کے ہاتھوں گویا خود ہی گروی ہو گئے۔ اور استداد زمانہ کے ساتھ انہوں نے جبریت کو روایتی عقائد کا جزو لاینفک بنا دیا۔" ملخصاً ـــــ

(فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۰ ص ۸)

۳۔ راہ اعتدال سے ہٹ کر "اس یکطرفہ جھکاؤ کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی نظام کیطرح اخلاقی اصول کے بارے میں اہل السنت والجماعت کو راہ اعتدال چھوڑ کر انتہا پسندانہ موقف اختیار کرنا پڑا۔" (حوالہ بالا ص ۹)

۴۔ اہل سنت کا مقصد وجود "بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اہل السنت والجماعت وجود میں آتے ہی اس مقصد کو لیکر کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور انسان کی بیچارگی محض کو جزو عقیدہ بنا کر رہیں گے۔"

(حوالہ بالا)

۵۔ بدقسمتی سے شریعت کے پاسبان | لیکن جب اسلام کا پہلا توسیعی دور ختم ہوا تو بدقسمتی سے شریعت کی پاسبانی ان لوگوں کے ہاتھوں میں آئی جنہوں نے اسلام کی بنیادی اور مثبت رخ سے بالکل بے اعتنائی برتی۔ (فکر و نظر جلد ۲ ش ۲ ص ۹۱)

۶۔ مسلمانوں کا قانونی نظام | ان کے قانونی نظام میں صرف تعزیریں اور پابندیاں نظر آتی ہیں، ان میں حیات آفرینی کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ (حوالہ بالا)

۷۔ مسلمانوں کا نظام عقائد | یہ حقیقت کہ اہل السنت والجماعت نے اپنے عقیدہ میں بعض عناصر دائیں بازو اور بعض بائیں بازو سے لیکر داخل کر لئے ہیں۔ صرف محولہ بالا حدیث تک محدود نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امتزاج و اعتدال کی یہ حکمت عملی ہی اہل السنت والجماعت کا اصل الاصول ہے۔ (فکر و نظر جلد ۱ ش ۹ ص ۱۰)۔

درمیانی راستہ (صراط مستقیم) پر چلنے والی اکثریت (سواد اعظم) کا یہ تصور اگرچہ اپنے ابتدائی مرحلہ میں سیاسی تقاضہ کی پیداوار تھا، لیکن جب سیاسی دھڑے بندیوں کو عقائد، فقہ اور اخلاق کی بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش ہونے لگی تو اس تصور نے دینی عقیدہ اور فقہی مسلک کی شکل اختیار کر لی (حوالہ بالا)

۸۔ مسلمانوں کا سیاسی نظام | (اطاعت امیر کی احادیث کا ذکر کرنے کے بعد) لیکن جب یہ جذبہ (اطاعت امیر) ایک عقیدہ بن گیا، اور یہ فرض کر لیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اسکی تائید ہوتی ہے، تو یہ عقیدہ تسنن کی عمارت کا ستون بن گیا۔ اور سنی مسلمان ہمیشہ کے لئے حسب اقتدار کے حامی ہو کر رہ گئے خواہ اقتدار کیسے ہی ہاتھوں میں کیوں نہ ہو۔ (جلد ۱ ش ۹ ص ۱۰)

۹۔ مسلمانوں کی ابن الوقتی | با ایں ہمہ اگر خالص سیاسی اطاعت و انقیاد کے عقیدہ کو بعض دوسرے قوی اخلاقی اور روحانی عوامل سے تائید نہ ملتی تو یہ عقیدہ کھلی سیاسی ابن الوقتی بن جاتا، لیکن بدقسمتی سے بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عقیدہ کی بنا پر نہ صرف سیاسی بلکہ اخلاقی بے عملی کی تلقین ہونے لگی ------------ لیکن بایں ہمہ یہ ایک حقیقت رہی ہے۔ اور تاریخ اسلام کی اب بھی یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ ایک طرف سیاسی اطاعت پذیری کے جذبے کو عمداً پروان چڑھایا گیا، دوسری طرف عام اخلاقی بے حسی اور بے عملی کو فروغ دیا گیا، اور ان دونوں اسباب کے اجتماع سے نہ صرف یہ کہ سیاسی ابن الوقتی کے مواقع فراہم ہوئے بلکہ ایسا نظر آنے لگا کہ یہی عقیدۂ راسخ ہے، اور اسی میں نہ صرف دنیوی بلکہ اخروی سلامتی کی ضمانت بھی ہے۔ (حوالہ بالا ص ۱۰، ۱۱)

۱۰۔ مسلمانوں کا جامد فکری نظام | سچ تو یہ ہے، کہ اسلام کی مذہبی تاریخ کی ایک نمایاں حقیقت یہ ہے، کہ اسلام ہمیشہ انتہا پسندانہ نظریات کا شکار رہا ہے نہ صرف سیاسی لحاظ سے بلکہ عقائد اور اخلاق کے لحاظ سے بھی، اہل سنت اعتدال، مصالحت اور تطبیق کے نام سے وجود میں آئے تھے۔ لیکن جب ان کا فکری نظام پورے طور پر مرتب ہو گیا، تو یہ خود جامد، جابر، اور جارحانہ ذہنیت کے مالک بن گئے، اور اعتدال وتطبیق اور جذب و انجذاب کی بجائے خود تخرب کا شکار ہو گئے۔ (حوالہ بالا ص ۱۲)

۱۱۔ مردہ کا ورثہ | راسخ العقیدہ گروہ کا نظام تعلیم اور ان کا نظام فکر محض مردہ کا ورثہ بن گیا، ان میں زندگی کی حرارت باقی نہیں رہی۔ (جلد ۲ ش ۳ ص ۱۵۳)

۱۲۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم | قرون اولی (بشمول دور نبویؐ و دور صحابہؓ۔ ناقل) میں راسخ العقیدہ مسلمانوں نے اعلیٰ تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام ترتیب نہیں دیا۔ (میک گل یونیورسٹی نہیں کھولی۔ ناقل) ان کی درس گاہیں محض ابتدائی درجہ کی تھیں، جن میں بچوں کو قرآن مجید نوشت وخواند اور ساتھ ہی ساتھ اکثر حساب کی مبادیات کی تعلیم دی جاتی تھی، اعلیٰ التعلیم کا محور اس زمانہ میں درس گاہیں نہیں بلکہ ذی علم شخصیتیں تھیں، طالب علم ایک مشہور و معروف شیخ سے کسب فیض کر کے دوسرے شیخ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتے تھے۔ اور ان سے سندیں حاصل کرتے تھے؛ سارے کے سارے درسی مضامین روایتی نوعیت کے ہوتے تھے، تنظیم کے فقدان کی وجہ سے ابتدائی مدارج سے اعلیٰ مدارج تک طالب علموں کے پہنچنے کا کوئی انتظام نہ تھا، یہ دونوں مدارج بالکل جداگانہ تھے، بلکہ انہیں مدارج کہنا بھی درست نہیں کیونکہ درجہ بندی کا اس وقت کوئی تصور ہی نہ تھا۔ (فکر ونظر جلد ۲ ش ۳ ص ۱۵۲)

۱۳۔ مسلمانوں کے مدارس | مدرسہ ہی وہ جگہ تھی جہاں عالم اسلام کے مفکر تیار کئے جاتے تھے، لیکن یہاں تو یہ مضمون تھا کہ ع۔ مری تعمیر میں مضمر ہے صورت اک خرابی کی۔ چنانچہ عالم اسلام میں مدرسوں کی باقاعدہ تشکیل کیساتھ ہی فکر خالص کا اخراج عمل میں آیا۔ (جلد ۲ ش ۱ ص ۱۹)

۱۴۔ علمائے اسلام کی مثال | سارا زور علوم یا ان کے موضوعات کی تحصیل پر نہیں، بلکہ کتابوں کی تدریس پر صرف کیا جاتا تھا، مثلاً طالب علم فقہ کی تعلیم حاصل نہیں کرتا تھا۔ وہ تو کنز الدقائق یا ہدایہ کا درس لیتا تھا۔ وہ تفسیر کا علم حاصل نہیں کرتا تھا، بلکہ جلالین یا بیضاوی پڑھتا تھا، بلکہ ان کا دورہ کرتا تھا۔ اس تعلیمی نظام کے پیدا کردہ ماحول کی ذہنی سطح کے لئے یہ طریقہ حسب حال ضرور تھا۔ لیکن اس سے علوم کو سمجھنے، ان کی تنقید اور تجزیہ کرنے کی صلاحیتیں نہیں ابھر سکتی تھیں، بلکہ اس سے محض چند کتابوں کے رٹ لینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جس کی مذمت کرتے ہوئے قرآن نے بحمل اسفارا (چند موٹی موٹی کتابوں کے ڈھوئے پھرنے) کا بلیغ طنز استعمال کیا ہے۔ (جلد ۲ ش ۳ ص ۱۲۰)

۱۵۔ علمائے امت کی انسانیت سے روگردانی | اگر فارابی اور ابن سینا نے بعض عقاید سے انحراف کیا تو دوسری طرف امام غزالی اور ان کے بعد آنیوالے تمام علمبرداران راسخ العقیدگی نے فلسفہ کی مذمت کرکے تمام انسانیت سے روگردانی کی۔" ملخصاً (ش ۱، جلد ۲ ص ۱۰)

۱۶۔ امام غزالی، شاطبی، ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی اور تمام مشاہیر اسلام کی خودکشی | امام غزالی، شاطبی، امام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی، اور تمام مشاہیر اسلام جن جن کی جرأت فلسفہ کے خلاف فتویٰ پر لگی ہوئی ہیں، ان کی فلسفہ پر تنقید برحق، لیکن جب مسلم عقائد کے حامیوں نے پشت در پشت اور پے در پے انسانی عقل کو ہی ساقط الاعتبار قرار دیا تو یہ انتہا پسندانہ اور یکطرفہ کارروائی غیر منصفانہ بلکہ خودکشی کے مترادف تھا۔" ملخصاً (فکر و نظر جلد ۲ ش ۲ ص ۱۵۵)

۱۷۔ امام شافعیؒ کا اسلام پر ظلم | امام شافعیؒ کی روشن دماغی اور تیز طبعی نے ایک ایسا مشینی نظام پیدا کر دیا جس سے اسلام زندہ طاقت اور اپنی تقدیر کا خود مالک کی حیثیت میں نہیں رہا، بلکہ ایک اثر پذیر وجود کی حیثیت سے زندگی کے تھپیڑوں کی نذر ہو گیا۔" ملخصاً (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱، ص ۳۰)

۱۸۔ امام ابو یوسف | امام ابو یوسف کا ائمہ فقہا کی نسبت تصور یہ تھا کہ وہ سنت نبوی کی توسیع اور زندہ سنت کی تخلیق کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔" (سبحانک ہذا بہتان عظیم) (فکر و نظر جلد ۱ ش ۳ ص ۱۶)

۱۹۔ امام مالکؒ | امام مالکؒ تعامل اہل مدینہ کی تائید میں حدیث مزدور پیش کرتے ہیں۔ جو ضروری نہیں کہ مرفوع ہو، لیکن وہ سنت (یعنی محض رسم و رواج) کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔" (یہ وہی امام مالک ہیں جو مزار نبوی کیطرف اشارہ کرکے فرمایا، کل منا راد و مردود الا صاحب ہذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم میں سے ہر ایک کی بات رد کی جاسکتی ہے۔ مگر یہ صاحب قبر صلی اللہ علیہ وسلم اس اصول سے مستثنیٰ ہیں، آپ کے کسی ارشاد کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اندریں صورت امام مالک پر اس سنگین اعتراض کے بارے میں اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ان یقولون الا کذبا۔ یہ لوگ محض جھوٹ کہتے ہیں) (جلد ۱ ش ۵ ص ۵)

۲۰۔ محدثین کا تعصب اور انکی غلط بیانی | محدثین کے واضح تعصب کی مثال محمد بن اسحاق کی تضعیف ہے، اور ان کے جھوٹ کی دلیل امام مالکؒ سے محمد بن اسحاق کی عدم ثقاہت کی فرضی نقل ہے۔" ملخصاً (جلد ۱ ش ۱، ص ۲۲)

۲۱۔ مسئلہ جس سے پہلے | فقہا کی رائے یا سوچی سمجھی رائے کے انتشار اور ناقابل اختتام تضاد آرا کی بنیاد پر ابن المقفع (متوفی سنہ ۱۴۰ھ) نے یہ اعلان کر دیا کہ آنحضرت کی کوئی متفق علیہ سنت (امت کے پاس) نہیں ہے۔ اور خلیفہ کو خود اپنے اجتہاد کو عمل میں لانے کا مشورہ دیا۔" (ابن المقفع کون تھا۔؟ جسکے ایک ہی حوالہ کو ادارۂ تحقیقات کے ڈاکٹروں نے وحی الٰہی سمجھ کر بار بار اسے ذکر کیا ہے۔؟ نیز جب بخاری جیسی متواتر کتاب ادارۂ تحقیقات کی تحقیقاتی عدالت میں کتر بیونت، رد و بدل اور تحریف و تبدیل سے پاک ثابت نہیں ہوتی تو ابن المقفع کا مجہول رسالہ "فی الصحابہ" میں قطعیت کی شان کیونکر پیدا ہو گئی۔؟) (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱ ص ۲۱)

۲۲۔ علماء امت پر تحقیقاتی ادارہ کے سب و شتم کا ایک ٹکسالی نمونہ | (حافظ ابن حجرؒ کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد) "چور کی گواہی گرہ کٹ کیطرف سے" اسی کو کہتے ہیں۔ (فکر و نظر جلد ۱ ش ۱۲ ص ۹۸)

(باقی آئندہ)